رویت ہلال کا مسئلہ

(۲)

الشیخ عبداللہ بن محمد بن حمید ـــــــــ مترجم: مولانا محمد امین الاثری

صاحب مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح نے کہا ہے کہ زیلعی کا قول تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ عید کا ستائیسویں یا اٹھائیسویں یا اکتیسویں یا بتیسویں دن ہونا لازم آئے گا۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ میں چاند ہم سے دو دن پہلے دکھائی دیتا ہے، پس جب ہم نے اپنے چاند کی رویت کے اعتبار سے روزہ رکھا اور پھر ہمیں قسطنطنیہ کے رویت کی خبر پہنچی تو عید کی تقدیم یا تاخیر لازم آئے گی۔ قسطنطنیہ کے کسی آدمی نے روزہ رکھا اور وہ ہمارے پاس آیا تو عید سے قبل پہونچے گا۔ اور مرعاۃ المفاتیح میں ہے کہ حنفیہ، مالکیہ اور عام شافعیہ کے محققین نے کہا ہے کہ دو شہروں میں اگر ایسی قریبی مسافت ہے جس سے مطالع مختلف نہیں ہوتے مثلاً بغداد اور بصرہ تو ان دونوں شہروں کے رہنے والوں پر ان میں سے کسی ایک کی رویت پر روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اور اگر ان دونوں شہروں میں اتنی دوری ہے جیسے عراق اور حجاز تو ہر ایک شہر والوں پر اپنے اپنے شہر کی رویت پر عمل کرنا ہوگا۔

شارح ترمذی عبدالرحمن مبارک پوری فرماتے ہیں: "جن شہروں کے مطالع میں اختلاف نہیں ہے ان میں سے ایک کی روایت دوسرے کے لئے لازماً تسلیم کی جائے گی" ایک روایت میں یہی قول ابو حنیفہ کا ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ یہ حکم ان شہروں کے لئے ہے جن میں قریب کی مسافت ہو اور مطالع کا فرق نہ ہو۔ ورنہ دونوں شہروں میں سے

ایک کا حکم دوسرے پر لازم نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ شہروں کے مطالع زیادہ مسافت کی وجہ سے مختلف ہوجاتے ہیں۔ اور شہر والوں میں انہی کے مطالع کا اعتبار ہوگا دوسرے کا نہیں جس طرح سورج کا مغرب مختلف ہوتا ہے اسی طرح ہر شہر میں اس کے مغرب کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہی بات شیخ مرتضیٰ زبیدی نے بھی احیار العلوم کی شرح میں لکھی ہے فرماتے ہیں کہ مطالع مختلف ہوتے ہیں دو شہروں میں سے کسی ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے کبھی مستلزم ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی اس لئے کہ مشرقی شہروں میں رات غربی شہروں کے مقابلہ میں پہلے ہوجاتی ہے۔ اور جب مطلع متحد ہو تو ان میں سے کسی ایک کی رویت دوسرے کے لئے مستلزم ہے۔ اور جب مطلع مختلف ہو تو مشرق میں رویت ہوگی تو مغرب میں بھی ہوگی۔ لیکن اگر مغرب میں رویت ہوگی تو مشرق میں رویت ضروری نہیں ہے۔ اور ابن عابدین نے اپنے رسالہ (تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ھلال رمضان) میں تحریر فرمایا ہے کہ شہروں اور ملکوں کے اختلاف سے چاند کے مطالع میں بھی فرق ہوتا ہے۔ ایک شہر میں سورج نکل آتا ہے اور دوسرے شہروں میں ابھی رات ہوتی ہے۔ جس کو کتب ہئیت میں مدلل بیان کیا گیا ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہے۔ محقق ابن حجر کے فتاویٰ میں علامہ سبکی اور اسنوی کی تصریح موجود ہے کہ جب مطالع مختلف ہوں تو ایک شہر کی طرح رویت کبھی دوسرے شہر میں بھی ہوسکتی ہے اس لئے کہ مشرقی شہروں میں مغربی شہروں کے اعتبار سے رات پہلے ہوتی ہے۔ پس اس اختلاف کی وجہ سے شرقی شہروں میں چاند دکھائی دے گا تو غربی شہروں میں بھی نظر آئے گا مگر غربی شہروں میں نظر آئے گا تو شرقی شہروں میں دکھائی نہیں دے گا۔ لیکن اتحاد مطلع کے وقت ان میں سے کسی ایک میں دکھائی دے گا تو دوسرے میں بھی نظر آئے گا۔ اس وجہ سے علماء کی ایک جماعت کا فتویٰ ہے کہ دو بھائیوں میں سے ایک مشرق میں رہتا ہے اور دوسرا مغرب میں اگر دونوں کی ایک ہی دن بوقت زوال موت ہوجائے تو مشرق میں رہنے والے بھائی کی موت پہلے ہونے کی وجہ سے مغرب میں رہنے والا بھائی اس کا وارث ہوگا

جب یہ بات اوقات کے بارے میں ثابت ہے تو یہی بات چاند کے بارے میں بھی لازم آئے گی۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ مشرق میں ہلال کبھی سورج کے قریب ہوتا ہے تو اس کی شعاعیں اسے چھپا لیتی ہیں اور مغرب میں جب دیر سے سورج ڈوبتا ہے تو ہلال اس سے دور ہوتا ہے اس لئے دکھائی بھی دیتا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ چاند کی علیحدگی سورج کی شعاع سے ملکوں کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ مشرق میں جب آفتاب ڈھلے گا تو یہ ضروری نہیں ہے کہ مغرب میں بھی ڈھل جائے۔ اور یہی حال فجر کے طلوع اور آفتاب کے غروب کا بھی ہے۔ بلکہ جب آفتاب ایک درجہ حرکت کرے گا تو کچھ لوگوں کے لئے فجر طلوع ہوگی، اور کچھ لوگوں کے نزدیک طلوع آفتاب ہوگا، اور کہیں غروب ہوگا اور کہیں نصف رات ہوگی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو موسیٰ ضریر فقیہ صاحب مختصر اسکندریہ پہونچے تو ان سے پوچھا گیا کہ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو سورج غروب ہو جانے کے بعد اسکندریہ کے منارہ پر چڑھا تو اسے دیر تک سورج نظر آتا رہا کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ روزہ افطار کرے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس کے لئے افطار جائز نہیں ہے، اور شہر والوں کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ ہر شخص اس حالت کے مطابق عمل کرے گا جس میں وہ ہے۔ شیخ نجیب مطیعی نے اپنے رسالہ (ارشاد اہل الملۃ الی اثبات الاہلۃ) میں یوں لکھا ہے کہ علماء میں سے کسی عالم کو مطالع کے اختلاف میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہے اور اس میں شریعت بھی عقل کے موافق ہے اور ہمیشہ عقل اور شریعت ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوتی ہی ہیں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ شارع نے بہت سے احکام کی بنیاد ہی مطالع کے اختلاف پر رکھی ہے چنانچہ نماز کے اوقات کا اختلاف اس پر مبنی ہے۔ حج کی تعیین میں اہل مکہ کے مطلع کا اعتبار ہے۔ وراثت میں بھی موت کی تقدیم و تاخیر کا اثر پڑتا ہے اس کے علاوہ اور بہت سی چیزیں اسی پر مبنی ہیں اور یہ سب متفق علیہ ہیں۔ اس کے بعد رمضان و شوال کے چاند کی رویت کی رو سے اعتبار و عدم اعتبار اور روزہ کے وجوب و افطار میں

لوگوں کا اختلاف پایا جاتا ہے مطالع کا اختلاف ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے وقتوں میں جو فرق واقع ہوتا ہے اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ جن مقامات پر دو یا تین مہینے برابر سورج نکلا رہتا ہے اور جسے وہاں کے لوگ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں جو بھی شخص وہاں جائے گا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ اور اسی طرح یہ بھی بداہتہً معلوم ہے کہ قطب کی جہت میں رہنے والوں کے لئے چھ مہینے دن اور چھ مہینے رات رہتی ہے تو کیا ممکن ہے کہ اہل مصر جب غروب آفتاب کے وقت رمضان کا چاند دیکھیں تو قطب کے باشندوں کو بھی اہل مصر کی رویت پر روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے؟ اسی طرح ہمارے اور امریکہ والوں کے درمیان وقفوں میں کھلا ہوا فرق اور تخالف ہے تو کیا انھیں بھی مصر والوں کی رویت ہلال پر روزہ رکھنے کی تکلیف دینا درست اور بجا ہے؟ جب کہ یہ وقت ان کے نزدیک طلوع فجر یا طلوع آفتاب کا ہے۔ الغرض مطالع کا عدم اعتبار اور انکار عقل ونقل کے خلاف ہے۔

یہ ہیں علمائے حنفیہ کی تصریحات جن سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اختلاف مطالع کے قائل ہیں۔ یعنی جب ایک شہر میں رویت ہوگی تو دوسرے شہر میں رویت کا ہونا ضروری اور لازمی نہیں ہے الا یہ کہ دونوں کا مطلع ایک ہو۔ اگر چاند مغرب میں دیکھا گیا مثلاً فارس والوں نے چاند دیکھا تو یہ ضروری نہیں ہے کہ مشرق مثلاً مکہ والوں کو بھی چاند دکھائی دے۔ اس لئے کہ سورج جب ان کے پاس سے گذرا تو اس کی شعاعوں کی وجہ سے چاند نظر نہیں آرہا تھا اس لئے اس وقت اس کی رویت ان کے لئے ممکن نہیں تھی۔ اور جب سورج مغرب کی طرف چلے گا تو چاند اس کی شعاعوں کے دائرہ سے نکل آئے گا اس لئے اس وقت اس کی رویت ممکن ہوگی اور غربی جانب سورج جتنا بڑھے گا چاند اس سے اتنا ہی دور ہو جائے گا اور اس کی روشنی بھی بڑھ جائے گی اور وہ خوب نمایاں بھی ہوگا۔ اس کے برعکس نہیں ہوگا۔ لہٰذا مثال کے طور پر جب چاند مکہ مکرمہ میں دکھائی دے تو مغرب میں بھی ضرور نظر آئے گا۔ بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔

ہلال کی وجہ تسمیہ

اہل عرب ہلال کو ہلال اس وقت کہتے ہیں جب وہ خوب روشن اور ظاہر ہو اور چونکہ اس کے دکھائی دینے پر لوگ آواز بلند کرتے ہیں اس لئے اس کو ہلال کہا جاتا ہے۔ اور یہ اہل عرب کے قول استهل الصبی سے ماخوذ ہے یا اهلال بالحج (بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا) سے یا چاند دیکھ کر لوگ چاند چاند کہہ کر آواز بلند کرتے ہیں۔ اس لئے اسے ہلال کہتے ہیں۔ اور کبھی ہلال کا لفظ مہینہ پر بھی بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اهل الهلال واستهل یعنی نیا چاند نظر آیا۔ اور اهللناه واستهللناه یعنی ہم نے نیا چاند دیکھا۔ عام اہل لغت کا یہی قول ہے اور شمر نے کہا استهل الهلال بھی کہا جاتا ہے۔ اور شاعر کا درج ذیل شعر ثبوت میں پیش کیا ہے ؎ وشهر مستهل بعد شهر - وحول بعده حول جديد یعنی نیا مہینہ مہینہ کے بعد آتا ہے اور سال کے بعد نیا سال آتا ہے۔ اور استهل بمعنی تبلین بھی آتا ہے (یعنی روشن اور ظاہر) اور اہل نہیں کہا جاتا، اور اهللناه عن ليلة كذا بھی بولا جاتا ہے۔ (بحر محیط) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے کہا کہ ہلال، ظہور اور رفع صوت سے ماخوذ ہے پس اگر اس کا طلوع آسمان سے زمین پر نظر نہ آئے تو ظاہر اور باطن میں طلوع کا حکم نہیں ہوگا عرب کہتے ہیں اهللنا الهلال واستهللناه یعنی ہم نے نیا چاند دیکھا یہ آدمیوں کا عمل ہے، پس ہلال اس وقت ہلال ہوگا جب دکھائی دے۔ جب ایک اور دو آدمیوں نے چاند دیکھا اور انھوں نے اس کی خبر نہیں دی تو وہ ہلال نہیں ہے اور اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوگا۔ جب یہ دونوں شخص خبر دیں تو وہ ہلال ہے اس لئے کہ اس خبر کے ساتھ ان کی آواز بلند ہوئی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ ہلال اس چیز کا نام ہے جو ظاہر اور روشن ہو۔ ظہور سے قبل وہ ہلال نہیں ہے پس اس بنا پر اہل مشرق پر روزہ اور افطار مغرب والوں کی رویت پر لازم نہیں آئے گا۔ کیوں کہ مشرق والوں پر ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہلال ہی نہیں ہے۔

محققین مالکیہ کے اقوال

ابن عبدالبر نے تمہید میں کہا ہے کہ "اس بات پر علماء کا اجماع ہوگیا ہے کہ جو شہر ایک دوسرے سے دور واقع ہیں

ان کی رویت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ جیسے خراسان اندلس سے دور ہے اس لئے کہ ہر شہر کے لئے ایک خاص حکم ہے جو اسی شہر کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے پس جو شہر آپس میں قریب ہیں ان کی رویت ایک دوسرے کے لئے معتبر ہوگی۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ خبر خواہ حکومت کی جانب سے ہو یا دو عادل اشخاص کی طرف سے یا جماعت مستفیضہ کی بہر حال قریبی شہروں کو شامل ہوگی اور جو شہر زیادہ دور واقع ہیں ان کو شامل نہ ہوگی۔ ابن عرفہ نے اسی کو پسند کیا ہے۔

ابن البنا نے کہا، میرے باپ نے ذکر کیا اور وہ روایت کرتے ہیں ابو محمد بن بکر فاسیؒ سے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا ہم اسکندریہ کی رویت پر روزہ رکھیں تو آپ نے جواب دیا کہ نہیں (روزہ رکھنے کا حکم) ان شہروں کے لئے ہے جو ہم سے قریب ہوں اور زیادہ دور نہ ہوں۔ اور محمد بن سابق نے کہا کہ اہل قیروان مدینہ اور مکہ والوں کی رویت پر روزہ نہ رکھیں، اور یہی حکم دوسرے یا دور کے شہروں کا ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ غسانی اور حربی نے حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا حدیث کچھ اضافہ کے ساتھ روایت کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اہل نجد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ان کی رویت مدینہ والوں کی رویت سے ایک دن پہلے ہو جاتی ہے۔ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ہر شہر والوں کے لئے انہی کی رویت پر عمل ہوگا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب بن عبد الرزاق اپنی کتاب (خلاصۃ العذب الزلال فی مباحث رویۃ الہلال) میں لکھتے ہیں کہ ابن رشد نے بدایہ میں کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ دور کے شہروں کی رویت معتبر نہ ہوگی جیسے اندلس اور حجاز۔ اور ابن جزی نے اپنی کتاب قوانین میں کہا ہے کہ جب ایک شہر والے چاند دیکھیں تو دوسرے شہر والوں پر بھی حکم لازم ہوگا، اس سے امام شافعیؒ کا بھی اتفاق ہے۔ اور ابن ماجشون نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ بہت زیادہ دور کے شہر والوں پر یہ حکم لازم نہ ہوگا۔ جیسے اندلس اور حجاز اور اسی پر اجماع ہے۔ ابن البنا اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ محمد بن نسیم نے اپنی کتاب المواقیت میں کہا ہے کہ علماء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ چاند دیکھنے والے کے معاملہ میں لمبی مسافت کا اعتبار کیا جائے گا اس صورت میں جن نے چاند دیکھا ہے اس کے لئے تو رویت ہوگی دوسرے کے لئے رویت نہیں ہوگی۔ جن لوگوں نے

رویت کے حکم کو علی الاطلاق لازم قرار دیا ہے اور اس میں چاند دیکھنے والے اور نہ دیکھنے والے دونوں کو بُعد و قرب کا فرق کئے بغیر برابر رکھا ہے انھوں نے اچھا نہیں کیا اور جو کچھ کہا وہ غلط کہا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمت ہے اس کو اور بندوں کے حق میں اس کی جو حکمتیں ہیں اس کو نہیں سمجھا۔ ابن رشد نے بھی بدایۃ المجتہد میں کہا ہے کہ کیا جب ایک شہر والے چاند نہ دیکھ پائیں تو دوسرے شہر والوں کی رویت پر عمل کر سکتے ہیں؟ یا ہر شہر کے لئے انہی کی رویت ہوگی۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ ابن القاسم اور مصری حضرات امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کسی شہر والوں کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے کہ دوسرے شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ لیا ہے تو جن شہر والوں نے اس دن میں روزہ نہیں رکھا اور دوسرے شہر والوں نے روزہ رکھا ہے تو انھیں اس دن کے روزے کی قضا لازمی ہے اور اس کے قائل امام شافعی اور امام احمد ہیں۔ لیکن مدینہ والوں نے مالکؒ سے روایت کی ہے کہ جس شہر میں رویت ہوئی ہے اس کی خبر کی بنا پر اس شہر والوں پر رویت لازم نہیں ہے جہاں رویت نہیں ہوئی ہے۔ مگر یہ کہ امام لوگوں کو اس کا حکم دیدے۔ اس کے قائل ابن ماجشون اور مغیرہ ہیں جو اصحاب مالک ہیں البتہ اس پر اجماع ہے کہ دور کے شہروں (مثلاً اندلس اور حجاز) میں ایک جگہ کی رویت کا دوسری جگہ اعتبار نہ ہوگا۔

قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ لوگوں کا اس باب میں اختلاف ہے کہ جب کسی خبر دینے والے نے کسی شہر کی رویت کی خبر دی تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ خبر قریبی شہر کی ہوگی یا دور کے شہر کی، اگر قریب کی ہے تو دونوں شہروں کا ایک ہی حکم ہے۔ اور اگر دور کی ہے تو ہر شہر کی رویت انہی کے لئے ہے۔ یہ روایت حضرت عکرمہؓ اور قاسم اور سالم سے ہے حضرت ابن عباس اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے (لأهل كل بلد رؤيتهم) کا باب منعقد کیا ہے۔ قرطبی نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول اپنے غلام کریب سے کہ (ایسا ہی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے) کے بارے میں ہمارے علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ

کا قول (ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس حدیث کے مرفوع ہونے کی صریح دلیل ہے۔ اور آپ کا یہ حکم اس بات کی دلیل ہے کہ شہر جب دور ہوں جیسے شام، حجاز سے دور ہے تو اتنی دوری پر رہنے والوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی رویت ہی پر عمل کریں اور دوسری جگہ کی رویت پر عمل نہ کریں۔ بشرطیکہ ان پر یہ ثابت ہو جائے کہ امام یا خلیفہ لوگوں کو اس پر آمادہ نہیں کر رہا ہے۔ ورنہ اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔

ابن عربی نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کے اس قول کی مختلف تاویلیں کی گئی ہیں۔ (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خبر واحد ہونے کی وجہ سے تسلیم نہیں کیا اور اسے رد فرما دیا۔

(۲) کچھ لوگوں نے اس کے رد کرنے کی وجہ ملکوں کے مطالع کا اختلاف قرار دیا ہے۔ یہی صحیح بات ہے اس لئے کہ کریب نے شہادت نہیں دی بلکہ اس حکم کی خبر دی جو شہادت سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس حکم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو خبر ثابت شدہ ہو اس میں خبر واحد کافی ہوتی ہے۔ اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جائے کہ اغمات والوں نے جمعہ کی رات میں چاند دیکھا ہے اور اشبیلہ والوں نے سنیچر کی رات میں دیکھا تو ہر شہر والوں کی انہی کی رویت معتبر ہوگی اس لئے کہ سہیل اغمات سے ظاہر ہوتا ہے اور اشبیلیہ سے ظاہر نہیں ہوتا اور یہ باختلاف مطلع کے اختلاف پر دلالت کرتی ہے۔

خلاصۃ العذب الزلال میں لکھا ہے، قرآنی نے فروق میں کہا کہ: چاند کی رویت کے مختلف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب چاند مشرقی شہروں میں شعاع میں ہوتا ہے اور سورج چاند کے ساتھ غربی سمتوں میں چل رہا ہوتا ہے اور جب مغرب کی افق میں پہونچے گا تو چاند شعاع سے باہر آجائے گا۔ اور مغرب کے باشندوں کو نظر آئے گا اور مشرق والوں کو اس روز شعاع میں رک جانے کی وجہ سے دکھائی نہیں دے گا۔ دوسرے دن رات میں دکھائی دے گا۔ اور یہ بداہۃً معلوم ہے اور یہ رویت ہلال کے اختلاف کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ اس کے اور اسباب بھی ہیں جو علم ہیئت میں مذکور ہیں اور یہ بھی کہا کہ مطالع کے اختلاف کا اعتبار درست ہے۔ اور جو اس کے قائل نہیں ان کی مذمت کی ہے۔ قرافی نے فروق میں

یہ بھی کہا ہے کہ جب اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ نماز کے اوقات آفاق کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ اور ہر قوم کے لئے ان کی فجر، ان کا زوال اور ان کے دوسرے اوقات ہیں۔ تو یہی بات چاند کے بارے میں بھی لازم آ لے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مشرقی شہر میں چاند شعاع میں ہوگا اور سورج غربی سمت میں برابر چلتا رہے گا حتیٰ کہ جب مغرب کے افق میں پہونچے گا تو چاند شعاع سے باہر نکل آلے گا۔ اور اہل مغرب اسے دیکھ لیں گے اور مشرق والوں کو نظر نہیں آلے گا۔ یہ رویت ہلال کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب ہے اس کے اور بھی اسباب ہیں جو علم ہیئت میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں ہم نے جس قدر بیان کر دیا ہے وہ فہم مراد کے لئے کافی ہے۔ باقی اسباب کا ذکر مناسب نہیں ہے جب آفاق کے اختلاف سے چاند کی رویت میں اختلاف ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ چاند کے بارے میں ہر قوم کی رویت انہی کے لئے ہو، جیسا کہ ہر قوم کی فجر وغیرہ اوقات نمازیں ہوتی ہے اور یہی بات حق و صواب ہے۔ لیکن کسی شہر کی رویت سے تمام اقالیم میں روزہ کا وجوب، قواعد دلائل کے خلاف اور ان کے مقتضاء کے منافی ہے۔

ابن ماجشون کہتے ہیں کہ جس شہر میں شہادت ثابت ہوئی ہے اسی شہر والوں پر عمل لازم ہوگا۔ مگر امام وقت کے نزدیک ثابت ہو جائے تو تمام لوگوں پر لازم ہوگا۔ اس لئے کہ تمام بلاد اس کے حق میں ایک بلد کے مانند ہیں اس لئے اس کا حکم تمام میں نافذ ہے۔ اس کو صاحب عون المعبود نے ان سے نقل کیا ہے۔ پس یہ اقوال ائمہ مالکیہ اور ان کے محققین کے ہیں تو معلوم ہوا کہ سب لوگوں کے نزدیک اہل بلد کی رویت انہی کے لئے ہوگی۔ بالخصوص بعد بعید کے وقت جیسا کہ اس پر کریب مولیٰ ابن عباسؓ کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کا قول (أما نحن فلا نزال نصوم حتی نراہ او نکمل العدۃ ثلاثین) وقال ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پوری طرح واضح کرتا ہے کہ اہل مدینہ شام والوں کی رویت پر مسافت بعیدہ کی وجہ سے عمل نہیں کرتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان (صوموا لرویتہ) اور آپ کا ارشاد

(لا تصوموا حتیٰ تروہ ولا تفطروا حتی تروہ) اس بات میں صریح ہے کہ روزہ اور افطار سبب کے پائے جانے کے وقت ہی واجب ہوگا۔ اور اس کا سبب رویت ہے۔ اس کی نظیر نماز کے اوقات ہیں اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے طلوع ہونے پر نماز فجر پڑھنے کا حکم دیا اور ظہر کی نماز کا سورج ڈھل جائے۔ اور عصر کی نماز کا جس وقت ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہو جائے۔ اور مغرب کی نماز کا جب سورج غروب ہو جائے۔ اور عشاء کا جب شفق احمر ڈوب جائے پس یہ ہیں نماز کے اوقات تو کیا کہا جائے گا کہ تمام اہل ممالک اپنی اپنی نمازوں کی ادائیگی کے لئے مامور ہیں جب بھی سبب نماز پایا جائے خواہ وہ سبب مدینہ یا مکہ میں پایا جائے؟ مسلمانوں میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ بلکہ ہر اہل شہر کی انہی کی فجر، انہی کا زوال، انہی کا غروب شمس وغیاب شفق معتبر ہے۔ پس اسی طرح ہر اہل بلد کے لئے انہی کی رویت مراد ہوگی خصوصاً اس دوری کے ساتھ کہ دوسرے لوگوں کو چاند دیکھنا ممکن ہی نہ ہو۔ یہ بات بہت واضح اور روشن ہے اس پر کوئی غبار نہیں ہے۔ جیسا کہ ائمہ محققین کے اقوال سے ثابت کر دیا گیا ہے۔

ائمہ شافعیہ اور ان کے محققین کے اقوال

امام نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ جب کسی شہر میں لوگ چاند دیکھ لیں اور دوسرے شہر والوں کو چاند نظر نہ آئے اور شہر بھی باہم قریب ہوں تو ان دونوں شہروں کا حکم ایک شہر کا حکم ہوگا اور دوسرے شہر والوں کو بھی باتفاق رائے روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اور اگر دونوں شہر دور واقع ہوں تو اس میں اختلاف ہے لیکن صحیح تر یہ رائے ہے کہ دوسرے شہر والے روزہ نہیں رکھیں گے یہی قطعی رائے مصنف ابو اسحٰق شیرازی کی ہے۔ اور شیخ ابو حامد اور بندنیجی وغیرہم کی بھی یہی رائے ہے اور اسی کو عبدری، رافعی اور اکثر علمائے دین نے صحیح بتایا ہے اور درست یہی ہے کہ جب دونوں شہروں میں دوری ہو تو ہر شہر کی رویت اسی کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ شہروں کے اختلاف کی وجہ سے طلوع اور غروب میں فرق ہو جاتا ہے۔ اور ہر قوم اپنے مطلع اور مغرب کی مخاطب ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ کسی شہر میں فجر پہلے طلوع ہو جاتی ہے

اور کہیں دیر میں طلوع ہوتی ہے۔ اسی طرح سورج کہیں جلد ڈوبتا ہے اور کہیں دیر میں ڈوبتا ہے۔ اور ہر اہل شہر اپنے اپنے یہاں کے طلوع فجر اور غروب آفتاب کا اعتبار کرتے ہیں۔ ایسا ہی چاند کی رویت کا معاملہ بھی ہے"۔ اسی طرح علامہ ابن منذر نے عکرمہ، قاسم، سالم اور اسحٰق بن راہویہ سے نقل کیا ہے کہ دوسرے شہر والوں کی رویت پر عمل نہیں ہوگا اور امام ترمذی نے بھی یہی رائے اہل علم کی نقل کی ہے اس کے علاوہ کسی دوسری رائے کا ذکر ہی نہیں کیا ہے۔ عراقی شوافع اور صیدلانی وغیرہم نے قطعیت کے ساتھ لکھا ہے کہ دوری کا مفہوم یہ ہے کہ مطالع مختلف ہو جائیں مثلاً حجاز، عراق، خراسان۔ اور قرب کے معنی یہ ہیں کہ مطالع میں اختلاف نہ ہو جیسے بغداد، کوفہ، ری، اور قزوین۔ امام نووی نے روضہ، منہاج اور شرح مہذب میں اسی رائے کو صحیح بتایا ہے۔ اور رملی نے نہایۃ المحتاج شرح منہاج میں جو کچھ کہا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "جب چاند کسی شہر میں دیکھا جائے تو اس کا حکم اس سے قریبی شہر میں لازم ہوگا۔ اس لئے کہ وہ دونوں شہر ایک ہی شہر کے حکم میں ہیں۔ جیسے مسجد کے پاس رہنے والوں کا حکم ہے۔ یہی زیادہ صحیح ہے۔ جب شہر دور ہوں تو یہ حکم نہ ہوگا۔ مثلاً حجاز اور عراق، اور دوسری رائے یہ ہے کہ دور والے شہر پر بھی لازم ہوگا اور دوری سے مراد اتنی مسافت ہے جس سے قصر لازم آجائے۔ اس کو مصنف نے شرح مسلم میں صحیح بتایا ہے۔ اس لئے کہ شریعت نے اس کے ساتھ بہت سے احکام کو معلق کیا ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک بعید وہ شہر ہے جہاں مطالع میں اختلاف ہو جائے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہی زیادہ صحیح ہے واللہ اعلم۔ اس لئے کہ چاند کے حکم کا تعلق مسافت قصر سے کچھ نہیں ہے۔ اس حدیث کی رو سے جس کو مسلم نے حضرت کریب سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے شام میں چاند دیکھا پھر مدینہ پہنچا تو مجھ سے حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا؟ میں نے عرض کیا کہ جمعہ کی رات میں۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے بھی اسے دیکھا میں نے کہا ہاں میں نے دیکھا اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا ان لوگوں نے روزہ رکھا اور معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو سنیچر کی رات میں چاند دیکھا ہے۔ ہم برابر روزہ رکھتے رہیں گے حتیٰ کہ گنتی

پوری کرلیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت معاویہؓ کی رویت اور ان کا روزہ رکھنا آپ کے لئے کافی نہیں ہے؟ فرمایا نہیں، ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ طلوع فجر اور آفتاب کے طلوع اور غروب پر قیاس کر کے اور اس لئے کہ مطلع اور عرض البلد کے اختلاف سے کیفیت بھی مختلف ہوتی ہے اس لئے اس کا اعتبار ہونا چاہئے۔ رہا یہ سوال کہ مطالع کو سمجھنے کے لئے حساب کی ضرورت ہے اور ہیئت والوں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ جب کہ ان کی بات پر پوری طرح اعتبار نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ یہ ضروری نہیں کہ بنیادی اور عام مسائل میں ان کی باتوں کا اعتبار نہ ہو تو ضمنی اور مخصوص مسائل میں بھی نہ ہو۔ اگر مطالع میں اتفاق نہ ہو تو اختلاف ہی سمجھا جائے گا اس لئے اصل عدم وجوب ہے اور رویت سے ثابت ہوتا ہے۔ بلا رویت قرب ثابت نہ ہونے کی وجہ سے وہ حکم بھی ان کے حق میں ثابت نہیں ہوا۔ ہاں اگر اتفاق واضح ہو جائے تو پھر ان پر قضا لازم ہوگی۔ تاج تبریزی نے اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ اختلاف مطالع چوبیس فرسخ سے کم میں ممکن نہیں ہے اور والد محترمؒ نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ اور زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ مطلع کا اختلاف محدود ہے۔ اس پر بھی فتویٰ دیا گیا ہے۔ اور علامہ سبکی نے بھی اشارہ کیا ہے کہ مطالع جب مختلف ہوں تو شرقی شہروں کی رویت غربی شہروں کے لئے لازم ہے مگر غربی شہر والوں کی رویت مشرقی باشندوں کے لئے ضروری نہیں ہے اور اس سلسلہ میں انھوں نے بہت طویل بحث کی ہے اور اسنوی وغیرہ نے بھی ان ہی کی پیروی کی ہے۔ یعنی یہ کہ جہاں سمت اور عرض متحد ہوں وہاں لزوم ہو سکتا ہے۔ اسی جگہ سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اگر دو وارث مر جائیں جن میں ایک مشرق میں رہتا ہے اور دوسرا مغرب میں اور ہر ایک کی موت اپنے اپنے زوال کے وقت ہوئی ہے تو غربی شرقی کا وارث ہوگا کیوں کہ اس کے لحاظ سے شرقی کا زوال پہلے ہوا ہے۔